مرثیہ :

کِس کی زباں سے پیاس نے پائی ہے آبرو

۱۰۸ بند

بیان شہادت امام حسین علیہ السلام

۱ کس کی زباں سے پیاس نے پائی ہے آبرو — کس تشنہ لب کے حصے میں آئی ہے آبرو
ایمان کس شہید پہ لائی ہے آبرو — دریا میں کس کے غم کی سمائی ہے آبرو
پیاسا موا ہے کون عزیزوں سے چھوٹ کے
روتے ہیں یہ حباب کسے پھوٹ پھوٹ کے

۲ بچپن میں قصدِ روزہ کیا پیاس کے لیے — زہرا کا دودھ چھوڑ دیا، پیاس کے لیے
احساں فرات کا نہ لیا، پیاس کے لیے — پانی نہ ساتویں سے پیا، پیاس کے لیے
روداد ذبح یاد ہے سارے جہان کو
کہنا وہ "پیاس پیاس" چبا کر زبان کو

۳ اک عہد کا ہے ساقیِ کوثر سے یہ بیاں — شدت ہوئی وہ پیاس کی یثرب میں ناگہاں
جو سب جوان و پیر ہوئے زار و ناتواں — آئی بتول روبروئے فخرِ مرسلاںؐ
سبطین، دوشِ خیرِ نسا پر مقیم تھے!
کاندھوں پہ گوشوارۂ عرشِ عظیم تھے!

۴ آگے نبیؐ کے، کاندھوں سے ان کو اتار کر — کی عرض فاطمہؑ نے کہ اے شاہِ بحر و بر
اِن کو قلق ہے پیاس کا سب سے زیادہ تر — چھوٹے سے سن ہیں، ننھے سے دل پھول سے جگر
ہر چند سب عزیز ہیں پیاسے حضور کے
پر، ہیں بہت نڈھال نواسے حضور کے

۵ حضرت نے ان کے منہ میں زباں دی بجائے آب — پر کہتے ہیں روایتِ ثانی میں بوترابؑ
مولا لحاف اوڑھ کے چپکے تھے برائے خواب — اور زیبِ تکیہ تھا سرِ شاہِ فلک جناب
ناگہ کہا حسنؑ نے کہ کچھ التماس ہے
نانا رسولؐ! "پانی" نواسے کو پیاس ہے

۶ یہ سن کے نیند ایک طرف، اڑ گیا قرار — دوڑے پیالہ لے کے رسولِ فلک وقار
تھی گوسفند خانۂ اقدس میں شیرؑ دار — دودھ اس کا اپنے ہاتھ سے دوہا باضطرار
تحسینؑ لی خدا سے رسالت مآب نے
کارِ حسن جو تھا تو کیا خود جناب نے

۷ پر جب کہ وہ پیالہ حسنؑ کو کیا عطا — دوڑا اِدھر سے تشنۂ صحرائے کربلا
کچھ پیاس کا اشارا تھا، کچھ سن کا مقتضاؑ — رہتی تھی لکھنے پڑھنے میں بھی بحث بارہا
کہنی پہ آستین کو جلدی چڑھا دیا
ننھا سا ہاتھ سوئے پیالہ بڑھا دیا

۸ کہنے لگے حسنؑ، کہ نہ تکلیف کیجیے — کوزہ ہٹا کے بولے، ذرا لے تو لیجیے
حاضر ہے بھائی، جان، ہیں پی لوں تو دیجیے — یاں ناز تھا کہ ہم نہیں لیتے، نہ دیجیے
زینت ہے سیر فضلِ خدائے قدیر سے
شیریں زبانی آپ کی کیا کم ہے، شیر سے

۹ یہ کہہ کے جست کر کے پیالے پہ آتے تھے — سرکا کے اپنا ہاتھ حسنؑ مسکراتے تھے
کوزے پہ دوڑ کر جو کبھی منہ لگاتے تھے — ہنستے تھے کھل کھلا کے، نہ پھولے سماتے تھے
آخر پسینہ آگیا ماتھے پہ، تھک گئے
زہراؑ کے آفتاب پہ تارے چھٹک گئے

۱۰ قطرے عرق کے جب کہ جبیں سے ڈھلک پڑے — بے ساختہ بتول کے آنسو ٹپک پڑے
دل میں پسر کی دل شکنی کے جو شک پڑے — وہ کرب تھا کہ زخم پہ جیسے نمک پڑے
بولیں نبیؐ سے دیکھ کے منہ اس غیورؑ کا
گویا حسنؑ پہ پیار سوا ہے حضور کا؟

۱۱ اک شاہزادہ غنچہ تھا اس وقت ایک پھول — شبیر کے سکوت پہ رونے لگی بتول ع
گذرا خیال، دل نہ ہوا ہو کہیں ملول — آنکھوں کو ڈبڈبا کے یہ کی عرض، یا رسولؐ!
میرے تو دل کا چین ہے دونوں کے چین سے
الفت حسنؑ کی تم کو سوا ہے، حسینؑ سے

۱۲ فرمایا مصطفےٰؐ نے نہیں، میری نورِ عین — مجھ کو تو جو تمہارا حسنؑ ہے وہی حسینؑ
وہ لطفِ زندگی ہے، یہ نانا کے دل کا چین — شان و شکوہ وہ، یہ پیمبر کی زیب و زین
شکوہ یہ بعد کیجیو جانی رسولؐ سے
کہہ، پہلے کس نے مانگا تھا پانی رسولؐ سے

۱۳ دودھ اس لیے میں لایا کہ پیاسے تھے دونو لال — اول دیا حسنؑ کو کہ اس نے کیا سوال
سو پیار کی کمی کا ہوا آپ کو خیال؟ — ایسا میں ہوں کہ چاہوں گا شبیرؑ کا ملال؟
جو کچھ کہیں میں لاؤں ضیافت کے واسطے
پیاسے رہیں گے یہ مری امت کے واسطے

۱۴ اب اہلِ معرفت سے ہے انصاف کی طلب — دونوں نواسے ایک تھے پیشِ حبیبؐ رب
محرومیِ حسینؑ کا پر آہ، کیا سبب — پیدا ہوئے تو دودھ ہوا خشک ہے غضب
روزِ ازل سے پیاس ہی مدِّ نگاہ تھی
بچپن سے آبِ تیغِ شہادت کی چاہ تھی

۱۵ روئی تھیں فاطمہؑ جو یہ دولارے تھے سوئے جام — اب کربلا کی پیاس کریں یاد خاص و عام
پانی تو ماں کے مہر میں، فرزند تشنہ کام — کیا کڑھتی ہو گی قبر میں خاتونِ نیک نام
غش ہو کے کتنی بار زمیں پر گرے حسینؑ
پیاسے گئے فرات پہ پیاسے پھرے حسینؑ

۱۶ ہے ہے وہ تین روز کی اور تین شب کی پیاس — آفت کی دھوپ، قہر کی گرمی، غضب کی پیاس
خود بے قرار پیاس سے اور یاد سب کی پیاس — وہ زخم کھا کے اکبرِ عالی نسب کی پیاس
وہ دل پہ ہاتھ رکھ کے دکھانا زبان کو
اور دیکھنا حسینؑ کا وہ آسمان کو

۱۷ پانی بھی بند، قوت بھی بند اور ہوا بھی بند — سینے میں سانس بند، گلے میں صدا بھی بند
راہِ مزارِ حضرتِ مشکل کشا بھی بند — ہے ہے سبیلِ روضۂ خیر الوریٰ بھی بند
دیکھے ہیں بندوبست کہیں یوں لڑائی کے
آخر بہن کے بال کھلے غم میں بھائی کے

۱۸ وہ گھر میں جانا فاقے سے لشکر کو دیکھ کر — وہ رونے آنا نزع میں اصغر کو دیکھ کر
وہ سر جھکانا ڈیوڑھی پہ خواہر کو دیکھ کر — وہ منہ پھرانا ننھی سی دختر کو دیکھ کر
پیاسوں کی تو یہ عرض، ہمیں پیاس ہے حسینؑ
ان کا یہ کہنا، جینے سے بے آس ہے حسینؑ

۱۹ ہر میوے پر نمک جو مؤکل ہیں جا بجا — ظاہر کریں اگر عطشِ شاہِ کربلا
نے بو رہے، نہ رنگ، نہ تاثیر نے مزا — کہہ دیں اگر مؤکلِ دریا یہ ماجرا
طوفاں کے غلغلے ہوں، قیامت کے شور ہوں
شیریں ہیں جتنے چشمے وہ سب تلخ و شور ہوں

۲۰ سنتے ہی بے غذائیِ مولائے تشنہ کام — بالکل نمک جو زہر نہ ہوا ہے نمک حرام
دیں جان چاشنیِ موت پہ شیرینیاں تمام — باقی رہے نہ غلے کا روئے زمیں پہ نام
گندم رواں عدم کو ہوں دنیا کی کشت سے
نکلے تھے جیسے حضرتِ آدمؑ بہشت سے

۲۱ اب قُلزُمِ حمیّت و غیرت ہے جوش زن — ہر شے یہ حال سن کے ہوئی حال دُفعتَن
ہم پر عیاں ہے حادثۂ شاہِ بے وطن — پھر آرزوئے عیش ہے، پھر فکر جان و تن
بعد از حسینؑ زیست بھی بے جا ہے خاک ہے
نور اٹھ گیا زمیں سے تو پھر کیا ہے خاک ہے

۲۲ یہ بزم، بارگاہِ امامِ جلیل ہے — مطلع مصروفِ اہتمام یہاں جبرئیل ہے
چشمِ پرآب، رشکِ وہ سلسبیل ہے — نذرِ حسینؑ تشنہ دہن، یہ سبیل ہے
جو، یاں عزا میں صرف ہو کیا کیا جزا ملے
جنت ہے کیا، حسینؑ ملے، اور خدا ملے

۲۳ آنکھوں کو شہ کی خشک زبانی پہ تر کریں　　روتے پہ اپنے روئیں، عدالت اگر کریں
جس کارواں سرا سے شہِ دیں سفر کریں　　سمجھیں وطن ہم اس کو خوشی سے بسر کریں؟
لذت تھی خشک و تر کی شہِ بحر و بر کے ساتھ
امیدیں قطع ہو گئیں سب ان کے سر کے ساتھ

۲۴ ادنیٰ اک گھر جو فاتحہ خوانی کو جاتے ہیں　　کس کس ادب سے بیٹھ کے آنسو بہاتے ہیں
اس انجمن میں صاحبِ معراج آتے ہیں　　ہم اور ذکر اپنی زبانوں پہ لاتے ہیں
نے دادِ گریہ ہے نہ صلہ شور و شین کا
اور جانتے ہیں تعزیہ خانہ حسینؑ کا!

۲۵ گویا خبر نہیں کہ یہ دربار کون ہے　　کس کی عزا ہے اور عزادار کون ہے
آنسو کا کیا بہا ہے، عزادار کون ہے　　عاصی ہے کون، رحمتِ غفار کون ہے
آیا نہیں خیال کہ یہ کیا مقام ہے
ادنیٰ ثواب رونے کا اعلیٰ مقام ہے

۲۶ گر آنکھ سے زیارتِ خیر الوریٰ کریں　　اور غور بے قراریِ خیر النسا کریں
ایسا ہی پھر تو روئیں کہ محشر بپا کریں　　لازم ہے بے مشاہدہ شورِ بکا کریں
کس کو یہاں رسولِ اُمم دیکھتے نہیں
افسوس ہم کو یہ ہے کہ ہم دیکھتے نہیں

۲۷ اے ابرِ تر بتا، گہرِ بے بہا ہے کیا مطلع　　اے بحر، فیضِ جاریِ ربُّ العلیٰ ہے کیا؟
اے خضر، سب کی آنکھ میں آبِ بقا ہے کیا　　اے عندلیبِ سدرہ، گُلِ مدعا ہے کیا؟
کس شے سے عاصیوں کو دو عالم میں چین ہے
کہتے ہیں سب، وہ اشکِ عزائے حسینؑ ہے

۲۸ باغِ جناں کے پھولوں کی شبنم یہ اشک ہیں　　بنیادِ آبروئے دو عالم یہ اشک ہیں
عیسیٰؑ گل کے زخموں کا مرہم یہ اشک ہیں　　خورشیدِ اوجِ ماہِ محرم یہ اشک ہیں
طاعت کا ان سے حُسن ہے اور زیب و زین ہے
نامِ خدا، یہ سبحۂ ذکرِ حسینؑ ہے

۲۹ یہ اشک فوجِ شیعہ ہے یہ آہ ہے علم　　زیرِ عمل قلم رو جنت ہے یک قلم
اور "آہ" وہ قلم ہے کہ قرآن کی قسم　　جو لے ورق براتؑ کی صورت کرے رقم
باندھا جو تار رونے کا کارِ نحو ہوا
پردہ گنہ کا فاش جو تھا وہ رفو ہوا

۳۰ لکھتے ہیں حسن اشک یہ ملا ابوالحسن　　اک پاسبان تھا مرا ہم سایہ، ہم وطن
ناگاہ تُندِ دمِ مرگ ہوا اس کا راہ زن　　اس نے طلب کیا مجھے گھبرا کے وقتِ تن
بندے نے کچھ عقائدِ حقّہ بیان کیے
درباں پہ اہل بیت کے رتبے عیاں کیے

۳۱ آخر وہ سن کے سورۂ یٰسین مر گیا　　درباں خدا کے گھر گیا، میں اپنے گھر گیا
ناگہ جہاں سے صاحبِؐ انجم گذر گیا　　اور خواب کے خیال میں میں فرش پر گیا
پلکوں نے بند آنکھ کے حجروں کا در کیا
درباں نے عینِ خواب میں لیکن گذر کیا

۳۲ میں نے کیا سوال کہ انجام کیا ہوا　　اس نے دیا جواب کہ فضلِ خدا ہوا
میں نے کہا کہ فضل تو اللہ کا ہوا　　پر کیا وسیلۂ مددِ کبریا ہوا
خاطر سے کس کی حق نے گناہوں کو دھو دیا
اس نے کہا "حسینؑ حسینؑ" اور رو دیا

۳۳ بولا لرز کے پھر، کہ ہوا دفن میں جو نہیں　　آئے کئی فرشتے لیے گرزِ آتشیں
وہ چاشنی قلق کی کبھی بھولتی نہیں　　آمد تھی ان کی قہرِ خدا، ہل گئی زمیں
رحمِ محمدؐ تھی قہر اور مرے اعضا سپند تھے
اُف اُف کے شور ہر بن مو سے بلند تھے

۳۴ چمکاتے تھے ملائکہ گرزِ شرر فشاں　　اور میرے ہر گنہ کا اشارہ یہ تھا کہ ہاں
اس تہلکے میں شق ہوئی دیوار ناگہاں　　آئی صدائے رحمتِ معبودِ انس و جاں
ٹھہرو فرشتو، ٹھہرو! اسے بخشواتے ہیں
ہاں، ہاں، ابھی عذاب نہ کرنا ہم آتے ہیں

۳۵ ناگاہ گنجِ قبر ہوا برجِ آفتاب   در آیا لاکھ جہر سے واں اک فلک جناب
ماتھے سے تا بہ ناف جراحت تھی بے حساب   روشن تھی رخ سے نیّرِ اکبر کی آب و تاب
گودی میں اپنے نیّرِ اصغر کو لائے تھے
ننھی سی ایک لاش گلے سے لگائے تھے

۳۶ آئے اور آکے میرے سرہانے ٹھہر گئے   ڈر کر عذابِ قبر وہیں کوچ کر گئے
بگڑے ہوئے جو کام تھے وہ سب سنور گئے   کیا جانے پھر گناہ کہاں تھے کدھر گئے
ہیبت سے قدسیوں کے جگر کانپنے لگے
حکمِ خدا سے آئے تھے پر کانپنے لگے

۳۷ ہاتھوں کو باندھا پھینک دیئے گرزِ شعلہ بار   کی عرض کیا حضور کی مرضی ہے، ہم نثار
لیکن یہ بندہ سب سے سوا ہے قصور وار   فرمایا، پھر خدا کا کرم بھی ہے بے شمار
ہم پر ازل سے خالقِ اکبر کا پیار ہے
بخشا اسے بھی ہم کو، ہمیں اختیار ہے

۳۸ بولے فرشتے، کارِ ثواب اس سے کیا ہوا   جو آپ کے حوالے یہ اہلِ خطا ہوا
فرمایا: اک جگہ مرا ماتم بپا ہوا   یہ بھی شریکِ صحبتِ اہلِ عزا ہوا
لاتے ہیں شیعہ دفترِ اعمال دھونے کو
آنکھوں سے آتے ہیں مری مجلس میں رونے کو

۳۹ ذاکر نے سرنوشت ہماری جو کی بیاں   بالیں پہ اس کی روتا تھا اک حیدری جواں
اک آنسو اس کے سر پہ گرا بہہ کے ناگہاں   اس اشک کی ہوئی برکت جا بجا عیاں
دنیا میں سر بلند یہ ناکام ہو گیا
اور آج مغفرت کا سر انجام ہو گیا

۴۰ وقتِ فشار نانا نے اس کو بچا لیا   دوزخ بڑھا تو منع مری اماں نے کیا
دفتر کھلا گناہوں کا جو پیشِ کبریا   موجود بابا جان تھے، پڑھ کر الٹ دیا
جنت کا در کشادہ پئے سیر کر دیا
ہم نے تو آکے خاتمہ بالخیر کر دیا

۴۱ یہ سن کے سب ملائکہ ان پر ہوئے نثار   میں پاؤں سے لپٹ کے پکارا بہ انکسار
تم کون ہو؟ کہ گھر میں خدا کے ہے اختیار   رو کر کہا کہ بے کس و مظلوم و بے دیار
سب خلق جس کو روتی ہے میں وہ غریب ہوں
اللہ کا حسینؑ، نبیؐ کا حبیب ہوں

۴۲ مُلّا یہ خواب کہتو ہر اک خاص و عام سے   آنسو کریں عزیز نہ ایسے امام سے
خدمت ادا ہوئی تھی نہ کچھ اس غلام سے   پر واہ، بخشوایا ہے کس دھوم دھام سے
ڈھونڈھو گے خشک و تر میں تو کیا کیا نہ پاؤ گے
پر ایسا قدرداں کوئی آقا نہ پاؤ گے

۴۳ یہ اشکِ نوحؑ، کشتیِ طوفانِ حشر ہے   نامِ خدا، نگینِ سلیمانؑ حشر ہے
یہ دُر ہے اور بہادرِ میدانِ حشر ہے   مردم کی یہ زرہ درم طغیانِ حشر ہے
یہ اشک شورِ کل نمکینی دکھائے گا
عصیاں کی شراب کو سرکہ بنائے گا

۴۴ شیعوں کا سینہ سدرہ ہے، دل جبرئیل ہے   ہر بندے پر یہ حکمِ خدائے جلیل ہے
آنسو ترا ہے فدیہ، تو میرا خلیل ہے   جاتا ہے سلسبیل کو تو یہ سبیل ہے
بندے، سمجھ کے حقِّ خدا، رو حسینؑ کو
بخشا تجھے بھی اور ترے والدین کو

۴۵ اب طفلِ اشک راہِ خدا میں فدا کرو   مثلِ خلیل بزمِ عزا میں بکا کرو
فریاد سوئے قبرِ رسولِ خدا کرو   یا مصطفےٰؐ نظر طرفِ کربلا کرو
بچوں کی نوجوانوں کی قربانیاں ہوئیں
اور اب جدا حسینؑ سے سیدانیاں ہوئیں

۴۶ یارو حرم سرا میں قیامت کا وقت ہے   مشکل کشا کی آل پہ آفت کا وقت ہے
دن ڈھل چکا ہے، شہ کی شہادت کا وقت ہے   رن میں غروبِ مہرِ نبوّت کا وقت ہے
زینبؑ کے دل کو داغِ برادر نصیب ہے
خنجر سے بوسہ گاہِ پیمبرؐ قریب ہے

۴۷ چھپتا ہے چاند فاتحِ بدر و حنین کا
اب کوچ آخری ہے شہِ مشرقین کا
کہنا ہے پیاسا فاطمہؑ کے نورِ عین کا
خشکی سے ڈوبتا ہے سفینہ حسینؑ کا
مہمانوں پر یہ ظلم کسی نے کیا نہیں
چوبیسواں پہر ہے کہ پانی پیا نہیں

۴۸ حضرت کو جس کی پیاس نہ دم بھر کی تھی پسند
دوہا تھا دودھ جس کے لیے ہو کے شادمند
پیاسا وہ ذبح ہوتا ہے اب مثلِ گوسفند
منہ پیاس سے کھلا ہے اور آبِ رواں ہے بند
عاشق تھی فاطمہؑ بہت اس نورِ عین کی
امت سے آج کی نہ سفارش حسینؑ کی

۴۹ دریا میں ابنِ فاطمہؑ کو لے گئی تھی پیاس
چلّو بھرا تھا پانی سے لائے تھے منہ کے پاس
ہے ہے، کیا حصین نے مہمان کا نہ پاس
مارا دہن پہ تیر، بھرا خون سے لباس!
دریا سے نکلے پیاس کا غم ٹالتے ہوئے
مقتل میں آئے منہ سے لہو ڈالتے ہوئے

۵۰ زینبؑ پکاری ہائے چھدا تیر سے دہن
کیا پانی نوش کرتے تھے، اے سیدِ زمن؟
ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ کے کیا شہ نے یہ سخن
ظالم کو تیر مارنا تھا، مارا اے بہن
بھائی کی پیاس یاد تھی لب تر کیا نہ تھا
چلّو میں میں نے پانی لیا تھا، پیا نہ تھا

۵۱ پھر تارِ حق کے شکر کا باندھا امام نے
زخمِ دہن کا بخیہ کیا، تشنہ کام نے
کی پشت سوئے خیمہ، رخ اعدا کے سامنے
اُگلے دہن سے لعل، شہِ خوش کلام نے
سب نے بیانِ راست پہ گردن کو خم کیا
قائل ہوئے، سکوت کیا، اور ستم کیا

۵۲ سمجھایا شہ نے، راہ پہ آؤ، کہا، نہیں
فرمایا، خیر پانی پلاؤ، کہا، نہیں
پوچھا: قصور میرا بتاؤ، کہا، نہیں
بولے: تو پھر ہمیں نہ ستاؤ، کہا نہیں
فرمایا: گھر بلا کے اسیرِ تعب کیا
... تم آپ آئے ہو، کس نے طلب کیا

۵۳ فرمایا، جانے دو کہ مدینے کو جائیں ہم
وہ بولے، تیر کس کے جگر پر لگائیں ہم؟
فرمایا، اہل بیت کو پہنچا کے آئیں ہم؟
چلائے وہ کہ بلوے میں کن کو پھرائیں ہم؟
فرمایا، کچھ بھی تم کو مروّت ہے یا نہیں
بولے کہ ہے، پر آلِ نبیؐ سے روا نہیں

۵۴ ناگہ کہا مؤکلِ باراں نے، یا امام
برسا دے آگ ناریوں کی فوج پر غلام؟
اڑ کر کیا ہوا کے فرشتے نے یہ کلام
مولا جو حکم ہو تو اڑا دوں سپاہِ شام؟
بجلی تڑپ کے بولی کہ میں کوندتی پھروں
صرصر نے عرض کی یہ صفیں روندتی پھروں

۵۵ مولا ہنسے کہ وقت ہے ایسا ہی ہم پہ آج
فرمایا، ہم ازل سے ہیں مستغنی المزاج
آتی ہے تم سبھوں کی تو پاس اپنے احتیاج
خالق پہ منحصر ہے مرے درد کا علاج
دکھ میں زمانہ آ کے مرے در پہ چین لے
استغفر اللہ، اور کا احسان حسین لے

۵۶ قرآں کا بطن ہوں، خلفِ انزع البطین
قائم مقامِ قائدِ غرّ المحجلین
فخرِ جہاں، امامِ شریعت، پناہِ دیں
آرام بخشِ چرخ، تسلّی دہِ زمیں
ہم نے بلند معجزوں کی قدر کو کیا
شق بدر کو، شکستِ صفِ بدر کو کیا

۵۷ یوسفؑ نے سعی غیروں سے چاہی، تو کیا ہوا
بندوں کی التجا میں عتابِ خدا ہوا
زنداں میں رنج سات برس کا سوا ہوا
اور جب خدا سے چاہا تو فوراً رہا ہوا
چھپ کر شجر میں کیا زکریاؑ کو پھل ملا
آرے سے زندگی کو پیامِ اجل ملا

۵۸ اپنی نظر فقط مددِ کبریا پہ ہے
گھر میں بھی اور لحد میں بھی تکیہ خدا پہ ہے
کچھ غم نہیں جو لشکرِ ناری ہوا پہ ہے
غالب یہ خاکسار فنا و بقا پہ ہے
لو دیکھ لو یہ معرکہ بھی یادگار ہے
غم کی یورشؑ میں کیا برشِ ذوالفقار ہے

۶۳ سنتا تھا یہ کہ جامے سے باہر تھی ذوالفقار — اور زیبِ قبضۂ دستِ صفدر تھی ذوالفقار
ظالم رکے کہ سدِّ سکندر تھی ذوالفقار — جب تک رہی نیام میں سپر تھی ذوالفقار

نکلی بس اور فدا ہوئی ابن بتول پر
بلبل قفس سے چھوٹ کے جس طرح پھول پر

۶۴ تیغ علیؑ عروج پہ آئی میاں سے — پرواز جبرئیل نے کی آشیاں سے
لشکر کو حکم قتل ملا جو زباں سے — غرّہ کیا ہلال نے واں آسماں سے

اس کے حضور ماہ نہ جلوہ نما ہوا
بھاگا جو پاؤں رکھ کے وہ سرپر ہما ہوا

۶۵ تلوار کی وہ جست، وہ جوہر کا بندوبست — زنجیروں میں بندھا ہوا بپھرا تھا شیر مست
جوہر تھے یا سجلِ تھی وہ نصرت کی زیبِ دست — لکھا تھا دفتروں میں اسی خط سے ہے شکست

لینی تھی جائزہ تو کبھی رزم گاہ میں
پر چہرے فرد فرد کے تھے سب نگاہ میں

۶۶ کیا تیغِ آبدار تھی جوہر سے خوش جمال — منجدھار میں کھڑے تھے پرے کھولے سر کے بال
جوہر تھے یا کہ شستکِ کے بیچ میں ہلال — یا صاف آئینہ تھی وہ شمشیرِ بے مثال

جوہر کے جن خطوں پہ سراپا گماں تھے
اہلِ نگہ کے تارِ نظر کے نشاں تھے

۶۷ آواز دی براق نے ہاں ذوالجناح ہاں — ہمت نے بےکسی سے کہا، تھام لے عناں
تنہائی کا ہجوم جلو میں ہوا عیاں — مظلومیت پرے سے بڑھی کھول کر نشاں

غل تھا نہ فوج ہے نہ علم دار نیک ہے
مثلِ خدا حسینؑ دو عالم میں ایک ہے

۶۸ کونین دبدبے سے خبر دار ہو گئے — عرشی فرشتے غاشیہ بردار ہو گئے
نقشِ قدم زمین کے سردار ہو گئے — ذرّے نگاہِ مہر سے زردار ہو گئے

جتنا حشم خدم تھا خدا کی جناب میں
آیا وہ سیّدالشہدا کی رکاب میں

۶۹ اعدا پہ دانت پیس کے تاسے ہوئے رواں — اور آستیں چڑھا کے اترائی کہکشاں
چمکا کے ماہِ نو کی سروہی کو آسماں — چلائے ہاتھ جوڑ کے "یا شاہِ دوجہاں"

گر ہاں کہیں حضور مخالف کو مار لیں
سب کے سرِ شقہ سواری ابھی سر اتار لیں

۷۰ بر میں نبیؐ کا جامۂ عنبر شمامہ ہے — پر غرقِ عطرِ خونِ شہیداں وہ جامہ ہے
جوڑا شہانہ اور گلابی عمامہ ہے — طرّہ شہید ہونے کا اقرار نامہ ہے

مثل رفیق شملوں کے گوشے چھٹے ہوئے
گھر کی طرح امیدوں کی گلشن لٹے ہوئے

۷۱ آنکھوں سے عینِ رعبِ علیؑ آشکار ہے — سایہ پلک کا سرمۂ دنبالہ دار ہے
گلگونہ کربلا کی زمیں کا غبار ہے — چہرہ دمِ اخیر گلِ نوبہار ہے

یوں خوش چلے ہیں باغِ شہادت کی دید کو
جیسے نبی کے سامنے جاتے تھے عید کو

۷۲ طاؤس باغِ نور ہے، اسپِ شہِ زمن — پر مور چھل ہلاتی ہے خورشید کی کرن
سر پر ہما کے بال کی کلغی ہے بوسہ زن — گنڈا گلے میں حفظِ خدا کا مِنیا فگن

ٹھنڈی زمیں پہ دھوپ کی اب روشنی ہوئی
چمکے ہلال نعل کے، اور چاندنی ہوئی

۷۳ رن پھر گیا ہے نورِ شہِ دیں پناہ سے — دل ظالموں کا خوف سے، رخ گرد راہ سے
کان الحذر کے شور سے، لب واہ واہ سے — لب واہ واہ سے تو زباں آہ آہ سے

یہ ڈر ہے ظالموں کو سخن سے جدال کے
پھرتے ہیں منہ میں کان سے پنبہ نکال کے

۷۴ جادو سے زور الگ ہے، دعا سے اثر جدا — پتھر سے لعل دور، صدف سے گہر جدا
آہو سے نافہ، نافے سے ہے مشکِ تر جدا — روبہ سے مکر، شیر سے ہے شور و شر جدا

پاسِ ادب امام کا سب کو ضرور ہے
شیشے سے بادہ، بادہ سے اب نشہ دور ہے

۷۵ ہر صف میں ہے پکار، جنابِ حسینؑ آئے — ہاں یارو ہوشیار، جنابِ حسینؑ آئے
دل سے گیا قرار، جنابِ حسینؑ آئے — حیدرؑ کے وِرثہ دار، جنابِ حسینؑ آئے
لو، آنکھ چار لاکھ کی جھپکاتے آتے ہیں
بجلی کو ذوالفقار کی چمکاتے آتے ہیں

۷۶ لکھا ہے اک شجاع بڑھا فوجِ شام سے — لرزاں تھی روحِ سام کی جس کی حُسام سے
پرویز کو گریز نہ تھی اس کے دام سے — گردانِ روم کان پکڑتے تھے نام سے
جز عیبِ کفر، محضِ ہنر وہ دلیر تھا
منہ پر جھلم پڑی تھی کہ بُرقع میں شیر تھا

۷۷ اک پرتلا زری کا گلے میں پڑا ہوا — قبضہ طلائی تیغِ رواں پر چڑھا ہوا
نقرہ سمند، شیروں سے کشتی لڑا ہوا — نیزہ وہ جس کی زد پہ نہ رستم کھڑا ہوا
چار آئینے سے شہر بدن تھا حصار میں
اندھیر اس کی ڈھال سے تھا روزگار میں

۷۸ ترکش میں تھے وہ نیش کہ دل ریش تھے دلیر — گرزِ گراں وہ پیش، زبردست جس سے زیر
پھل تیغ کا وہ زہر کہ پانی نہ مانگے شیر — خنجر وہ برقِ قہر کہ گرنے لگے نہ دیر
قبضے پہ ایک ہاتھ دھرے ایک باگ پر
یوں آیا نورِ حق پہ، دھواں جیسے آگ پر

۷۹ کافر نے تو بتوں کے لیے نام لاتُعَد — چلائی ذوالفقارِ علیؑ "یا علیؑ مدد"
پھر شومِ بد بڑھا تو ملی لعنتِ ابد — دینار کی طمع نے بھی دی نار کی سند
دیکھا جو آفتاب نے اس بے دریغ کو
آفت اُسے، اور آپ دی آقا کی تیغ کو

۸۰ بجنے لگے جلاجل و قرنا بہ شد و مد — حربے بھی، حملے بھی کیئے اس نے بجدّ و کد
نیزے کی زد، خدنگ کی زد، تیغ کیں کی زد — مردانہ وار شہ نے کیے وار سارے رد
پھر آنکھ سے جو آنکھ ملائی حسینؑ نے
[illegible] ہلائی حسینؑ نے

۸۱ ہمت شقی کی چھوڑ کے رن بھاگنے لگی — روبہ کی آنکھ بن کے ہرن بھاگنے لگی
منہ سے زبان، مثالِ سخن بھاگنے لگی — جاں قطع کر کے رشتۂ تن بھاگنے لگی
چھپٹے جو آپ رنگ پریدہ ٹھہر گیا
سر پر جو ذوالفقار چڑھی منہ اُتر گیا

۸۲ بیٹھی یہ خود پر تو وہ سر میں سما گیا — سر گردنِ نجس میں مع خود آگیا
گردن چھپی جو سینے میں، دل تھرتھرا گیا — بھاری تھا بوجھ، موئے کمر پیچ کھا گیا
آنے میں خودِ سر کے سرِ مو جو بل پڑا
مانندِ آبلہ کفِ پا سے نکل پڑا

۸۳ رخش اُس کا ذوالجناح کی ٹکر جو کھا گیا — گھوما وہ یوں کہ چرخ بھی چکّر میں آگیا
کاٹے جو پاؤں تیغ نے، آرام پا گیا — اڑ کر قدم جدا گیا اور سر جدا گیا
رہوار کے کٹے قدم و سر تو کیا ہوا
ناری کی خاک اُڑانے کی خاطر ہوا ہوا

۸۴ رستم اچھل کے قبر سے بولا، ہنر یہ ہے — جنّات وجد میں تھے کہ تیغِ ظفر یہ ہے
فرمایا حق نے کیوں نہ ہو، کس کا پسر یہ ہے — ہاں، میری فاطمہؑ کے شکم کا اثر یہ ہے
مولا جھکے سپاہ پہ ہوش و حواس سے
جوہر کی طرح صف پہ گری صف ہراس سے

۸۵ اک اک سے ذوالفقار نے کی صلح جنگ میں — مغفر سے تھی زرہ میں تو پاکھر سے تنگ میں
صیقل تھی چار آئینہ میں پھل خدنگ میں — پانی کی طرح مل گئی ہر ایک رنگ میں!
ڈاب اک طرف کو ڈوب گئے پر تلے تلک
قطرہ تھا آبِ تیغ مگر تھا گلے تلک

۸۶ حرص و ہوا کی طرح سروں سے نکل گئی — آرام کی طرح جگروں سے نکل گئی
دکھلا کے اپنا بل کمروں سے نکل گئی — چار آئینوں سے اور سپروں سے نکل گئی
بے جسم شے کا کاٹنا تیغوں کی خو نہ تھی!
کاٹی جو اس نے ڈھال تو پھولوں میں بو نہ تھی

۷۵ ہر صف میں ہے پکار، جنابِ حسینؑ آئے   ہاں یارو ہوشیار، جنابِ حسینؑ آئے
دل سے گیا قرار، جنابِ حسینؑ آئے   حیدرؑ کے ورثہ دار، جنابِ حسینؑ آئے
لو، آنکھ چار لاکھ کی جھپکاتے آتے ہیں
بجلی کو ذوالفقار کی چمکاتے آتے ہیں

۷۶ لکھا ہے اک شجاع بڑھا فوجِ شام سے   لرزاں تھی روحِ سام کی جس کی حسام سے
پرویز کو گریز نہ تھی اس کے دام سے   گردانِ روم کان پکڑتے تھے نام سے
جز عیبِ کفر، محض ہنر وہ دلیر تھا
منہ پر جھلم پڑی تھی کہ بُرقع میں شیر تھا

۷۷ اک بُرتلا زری کا گلے میں پڑا ہوا   قبضہ طلائی تیغِ رواں پر چڑھا ہوا
نُقرہ سمند، شیروں سے کشتی لڑا ہوا   نیزہ وہ جس کی زد پہ نہ رستم کھڑا ہوا
چار آئینے سے شہرِ بدن تھا حصار میں
اندھیر اس کی ڈھال سے تھا روزگار میں

۷۸ ترکش میں تھے وہ نیش کہ دل ریش تھے دلیر   گرزِ گراں وہ پیش، زبردست جس سے زیر
پھل تیغ کا وہ زہر کہ پانی نہ مانگے شیر   خنجر وہ برقِ قہر کہ گرنے لگے نہ دیر
قبضے پہ ایک ہاتھ دھرے ایک باگ پر
یوں آیا نورِ حق پہ، دھواں جیسے آگ پر

۷۹ کافر نے تو بتوں کے لیے نام لاتُعَدّ   چلائی ذوالفقارِ علیؑ "یا علیؑ مدد"
پھر شُومِ بد بڑھا تو ملی لعنتِ ابد   دینار کی طمع نے بھی دی نار کی سند
دیکھا جو آفتاب نے اس بے دریغ کو
آفت اُسے، اور آب دی آقا کی تیغ کو

۸۰ بجنے لگے جلاجلِ وقرنا بہ شدّ و مد   حربے بھی، حملے بھی کیے اس نے بجِدّ و کد
نیزے کی زد، خدنگ کی زد، تیغِ کیں کی زد   مردانہ وار شہ نے کیے وار سارے رد
پھر آنکھ سے جو آنکھ ملائی حسینؑ نے

۸۱ ہمت شقی کی چھوڑ کے رن بھاگنے لگی   روبہ کی آنکھ بن کے ہرن بھاگنے لگی
منہ سے زبان، مثالِ سخن بھاگنے لگی   جاں قطع کرکے رشتۂ تن بھاگنے لگی
جھپٹے جو آپ رنگ پریدہ ٹھہر گیا
سر پر جو ذوالفقار چڑھی منہ اُتر گیا

۸۲ بیٹھی یہ خود پر تو وہ سر میں سما گیا   سر گردنِ نجس میں مع خود آ گیا
گردن چھپی جو سینے میں، دل تھرتھرا گیا   بھاری تھا بوجھ، موئے کمر پیچ کھا گیا
آتے میں خودِ سر کے سرِ مو جو بل پڑا
مانندِ آبلہ کفِ پا سے نکل پڑا

۸۳ رخش اُس کا ذوالجناح کی ٹکر جو کھا گیا   گھوما وہ یوں کہ چرخ بھی چکر میں آ گیا
کاٹے جو پاؤں تیغ نے، آرام پا گیا   اڑ کر قدم جدا گیا اور سر جدا گیا
رہوار کے کٹے قدم و سر تو کیا ہوا
ناری کی خاک اُڑانے کی خاطر ہوا ہوا

۸۴ رستم اچھل کے قبر سے بولا، ہنر یہ ہے   جنات وجد میں تھے کہ تیغِ ظفر یہ ہے
فرمایا حق نے کیوں نہ ہو، کس کا پسر یہ ہے   ہاں، میری فاطمہؑ کے شکم کا اثر یہ ہے
مولا جھکے سپاہ پہ ہوش و حواس سے
جوہر کی طرح صف پہ گری صف ہراس سے

۸۵ اک اک سے ذوالفقار نے کی صلح جنگ میں   مِغفر سے تھی زرہ میں تو پاکھر سے تنگ میں
صیقل تھی چار آئینہ میں، پھل خدنگ میں   پانی کی طرح مل گئی ہر ایک رنگ میں!
ڈاب اک طرف کو ڈوب گئے پرتلے تلک
قطرہ تھا آبِ تیغ مگر تھا گلے تلک

۸۶ حرص و ہوا کی طرح سروں سے نکل گئی   آرام کی طرح جگروں سے نکل گئی
دکھلا کے اپنا بل کمروں سے نکل گئی   چار آئینوں سے اور سپروں سے نکل گئی
بے جسم شے کا کاٹنا تیغوں کی خو نہ تھی!
کاٹی جو اس نے ڈھال تو پھولوں میں بو نہ تھی

۸۷ بولے فلک یہ سیفِ علم ہے تو ہم نہیں — سر بھی پکارے اس کا قدم ہے تو ہم نہیں
چلائی سانس، تیغ کا دم ہے تو ہم نہیں — ہر فرد نے کہا یہ قلم ہے تو ہم نہیں
منہ بھی کھلے پہ خوف سے گویا نہ ہوتے تھے
اطفالِ بے زبان کی طرح زخم روتے تھے

۸۸ جب یہ علی کمر سے کمر بند تھا جدا — روح و بدن کے ربط کا پیوند تھا جدا
مانند دردِ عیش کا ہر بند تھا جدا — محشر تھا یہ کہ باپ سے فرزند تھا جدا
کس تیغ کے وہ منہ سے ہر بات اس سے جو ہوئی
زخمی کے لب سے آہ جو نکلی وہ دو ہوئی

۸۹ رستہ نہ تھا سروں پہ پھری اور ہوا ہوئی — تیری لہو میں، ڈوبی تڑپی اور ہوا ہوئی
بدلی کی طرح مڑ کے گھری اور ہوا ہوئی — بجلی گرائی خود بھی گری اور ہوا ہوئی
پانی بھرا گھٹا نے یہ طوفاں عیاں ہوا
"یا ارضِ ابلعی" سبقِ آسماں ہوا

۹۰ رن ایک سمت شہروں میں شورِ عظیم تھا — یہ کاٹ تھا کہ قہرِ خدائے علیم تھا
اس وقت جو خیال تھا دل میں دو نیم تھا — لشکر میں حالِ حاضر و غائب سقیم تھا
ہنگامِ ضرب یا دعز یزوں میں جو ہوا
یہ زیرِ تیغ دو ہوا وہ گھر میں دو ہوا

۹۱ شامی کباب تھے یہ ہوئی جب شرر فشاں — اہلِ تتار بن کے ہرن رن سے تھے رواں
مصری نہ بات کر سکے اور بولے "الاماں" — بت بن کے گبر رہ گئے، پتھرائی پتلیاں
زردار زرد ہو کے گلِ اشرفی بنے
نصرانی خاک بن کے گلِ ارمنی بنے

۹۲ بارانِ آبِ تیغ سے ہستی کے گھر بہے — تخمِ بدی شمر کا بچا، سب شجر بہے
بے مغزوں کے حباب کے مانند سر بہے — سوتے تھے جو زمیں میں وہ افلاک پر بہے
جز آبِ تیغ منہ میں نہ برسے تھے سر کبھو
کتنا تھا اب برس کے نہ برسوں گا پھر کبھو

۹۳ اونچی ہوئی تو اوجِ فلک پر چلی گئی! — ظلمت میں صاف مثلِ سکندر چلی گئی!
مانند نبض ہاتھ کے اندر چلی گئی! — سینے میں ٹھہری، دم لیا، باہر چلی گئی!
ممکن نہیں کسی سے کمال اس نے جو کیا
اڑنے دیا نہ رنگ کو چہرے پہ دو کیا

۹۴ بو کی طرح دماغوں میں آئی چلی گئی — مثلِ ہوا سروں میں سمائی چلی گئی
شعلے کی طرح آگ لگائی چلی گئی — صرصر کی طرح باگ اٹھائی چلی گئی
سینے میں صاف آتی تھی اور صاف جاتی تھی
اندازِ دم کی آمد و شد کا دکھاتی تھی

۹۵ ہر وار پر تھا خلعتِ صلِّ علیٰ نصیب — کیا خوش نصیب تیغِ علیؑ تھی، خوشا نصیب
غل سن کے اپنی ضرب کا کہتی تھی یا نصیب — ایسا نہ ہو کہ جاگ اٹھے فوج کا نصیب
جو جاگتا تھا کشتۂ شمشیر ہو گیا
سونا نصیب کے لیے اکسیر ہو گیا

۹۶ خورشید کا چلن یہ چلی ہو کے مہرباں — تحویل کی جو خود میں نوروز تھا عیاں
چمکے شبِ برات کے طالع بھی ناگہاں — کیا کیا جھڑے نہ پھول، ہوئی جب شرر فشاں
غل تھا کہ لاکھ بات کی یہ ایک بات ہے
قدرت ہے کبریا کی نہ دن ہے نہ رات ہے

۹۷ کاٹا پلک میں آنکھ کو پتلی میں نور کو — پاؤں میں کج روی کو سروں میں غرور کو
سینے میں بغض و کینے کو دل میں فتور کو — نیت میں معصیت کو طبیعت میں زور کو
ذات اک طرف مٹا دیا بالکل صفات کو
کیسی زباں، زباں میں یہ کاٹ آئی بات کو

۹۸ پی پی کے خون جسم کا قوم جہول کے — جوہر نبی یہ شکلِ گلِ لوچل پہ پھول کے
تن زرد ہو گئے سپہ بد اصول کے — غول اشقیا کے غول بنے راہ بھول کے
پہنچے مگر ٹھکانے پہ امید و بیم میں
ہر ٹھاؤں میں بزرگوں کے یعنی جحیم میں

۹۹ محرابِ تیغ نے جو بریدہ گلو کیا   پھر قبلے کی طرف کو نہ اعدا نے رو کیا
جھک جھک کے ڈھونڈ ڈھونڈ کے خون عدو کیا   ہر دم لہو سے تیغ نے تازہ وضو کیا
اُٹھی تو سوئے شاہِ خوش القاب پھر گئی
کعبہ پکارا قبلے کو محراب پھر گئی

۱۰۰ ایک منہ کے چار منہ پہ کسی کے بنا گئی   یکتائی کا غرور دلوں سے مٹا گئی
دو کر کے تن کو نقشۂ ثانی دکھا گئی   توحید کو بہ حُجّتِ قاطع بتا گئی
کوئی ہے میری ضرب سے دو، کوئی چار ہے
باقی رہا جو ایک وہ پروردگار ہے

۱۰۱ ناگہ ندا سنی کہ عبادت کا وقت ہے   خنجر تلے قضا کی فضیلت کا وقت ہے
شبیرؑ بس، نمازِ شہادت کا وقت ہے   مانگو دعا، یہ بخششِ اُمّت کا وقت ہے
اب تم ہو اور حضورِ حیِ قیّوم ہے، حسینؑ
یہ سر جھکا کے بولے کہ محکوم ہے، حسینؑ

۱۰۲ پھر جنگ پر نہ رغبت سلطانِ دیں رہی   آگے بڑھی نہ تیغ جہاں تھی وہیں رہی
کاٹے نہ حلق مثلِ گریباں قریں رہی   ماتھے پہ دھار صورتِ چینِ جبیں رہی
نرغے سے شہ نے تیغ بھاڑی نکال لی
امت کی ڈوبتی ہوئی کشتی سنبھال لی

۱۰۳ پر آہ، یاں نیام میں آنا حُسام کا   اور ٹوٹنا حسینؑ پہ واں فوج شام کا
چلّایا نام لے کے عمر، خاص و عام کا   اے مرحبا، یہ حملہ کیا تم نے کام کا
ہاں میرے رستمو، نہ اماں دو حسینؑ کو
گھوڑے سے برچھیوں پہ اٹھا لو حسینؑ کو

۱۰۴ اُمڈیں علیؑ کے لال پہ فوجوں کی بدلیاں   اور سر پہ کوندنے لگیں تیغوں کی بجلیاں
وہ سامنے کے تیر، وہ پہلو کی برچھیاں   وہ انتہا کا ضعف، وہ گردش میں پُتلیاں
کیا وقت تھا کہ بھولے تھے سب کردگار کو
ہم تم تھے یاد، فاطمہؑ کی یادگار کو

۱۰۵ طاقت ہوئی جو طاق شہِ دیں پناہ کی   حسرت سے سوئے گنجِ شہیداں نگاہ کی
مڑ مڑ کے ذوالجناح نے دیکھا اور آہ کی   رو کر حسینؑ بولے، جو مرضی اِلٰہ کی
دردِ جگر کی کس سے طلب داد کیجیے
بولا، وہ بے زبان، کچھ ارشاد کیجیے

۱۰۶ شفقت سے ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال کر   بولے ہمیں کچھ آنکھ سے آتا نہیں نظر
گھوڑے تو چل کے گنجِ شہیداں میں غور کر   آرام کرتے ہیں علی اکبرؑ مرے کدھر؟
اے اسپِ باوفا مرے دل کو قرار دے
اس کا صِلا تجھے شہِ دُلدُل سوار دے

۱۰۷ گھوڑا قدم قدم سوئے مقتل ہوا رواں   یعنی نہ شہ کے زخموں کو ہو صدمۂ تکاں
اک نوجواں کی لاش پہ ٹھہرا وہ بے زباں   بو سونگھ کر حسینؑ پکارے، یہی ہے یاں
بیٹھا جو ذوالجناں کہ آپ اتریں زین سے
دو ہاتھ کانپتے ہوئے نکلے زمین سے

۱۰۸ ہاتھوں کے ساتھ آئی یہ آواز ناگہاں   ہے ہے یہ گھر ہے زخم کلیجے میں اَلاَماں
آ کر اتارتے نہیں عباس ہیں کہاں   آؤ ہماری گود میں آؤ، نثارِ ماں
مر کر بھی ہم جدا نہیں، پیارے کے ساتھ ہیں
واری، یہ تیری پالنے والی کے ہاتھ ہیں

۱۰۹ کرتے تمہارے سیتی تھی ان سے بزیب و زین   سرمہ میں تیری آنکھ میں دیتی تھی نورِ عین
منہ کی بلائیں لیتی تھی، آتا تھا دل کو چین   اب ہیں یہ ہاتھ اور ترا ماتم ہے اے حسینؑ
ہووے تو حشر، لوٹا ہے اُمّت نے گھر مرا
پایا خدا کے عرش کا ہے اور سر مرا،

۱۱۰ ان ہاتھوں کا ملا جو سہارا حسینؑ کو   مرکب نے بے تکان اتارا حسینؑ کو
نیزہ سناںؑ نے دوڑ کے مارا حسینؑ کو   پھر تو رہا نہ ضبط کا یارا حسینؑ کو
جلتی زمیں پہ غش کئی ساعت پڑے رہے
جلّاد گرد تیغوں کو کھینچے کھڑے رہے

۱۱۱ ہشیار ہو کے بیٹھے جو مولائے بیکساں — اک رخ پہ زرد خاک تھی اک پر لہو رواں
تھی فوج کو یہ جلدیِ قتلِ شہِ زماں — گرتا تھا اک پہ ایک لیے خنجر و سناں
رانڈیں تمام خاک لگائے جبیں پر
بیٹھی تھیں در کے پاس برابر زمیں پر

۱۱۲ حیران تھیں کہ ہائے یہ کیا ماجرے ہوئے — پیارے موئے، حسینؑ سے بے آسرے ہوئے
کاندھے پہ ماں کے ہاتھ سکینہ دھرے ہوئے — تکتی تھی رن کو آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے
کہتی تھی، ہائے اماں میں بچپن میں لٹ گئی
کیسا یہ سال آیا کہ بابا سے چھٹ گئی

۱۱۳ اماں تمہارے واری، بلاؤ حضور کو — اب دل نہیں سنبھلتا، دکھاؤ حضور کو
پردہ کہاں کا، چل کے لے آؤ حضور کو — گھیرا ہے ظالموں نے، بچاؤ حضور کو
ہے ہے کسی کو میرے پدر کی خبر نہیں
اب کی سدھارے ایسے کہ گھر کی خبر نہیں

۱۱۴ ناگاہ غل اٹھا کہ مبارک ہو اے عمر — سینے پہ شاہِ دیں کے چڑھا شمرِ بدگہر
راوی بیان کرتا ہے کانپا مرا جگر — پہنچی جو بارگاہِ حسینی میں یہ خبر
تیتے گرے نہ پردہ نشینوں کو کل پڑی
اور اک مُخَدَّرَہ تو کھُلے سر نکل پڑی

۱۱۵ منہ زرد، ہونٹ نیلے، زبان خشک، پشت خم — رعشہ تھا اس جناب کو سر سے تا قدم
جو گوشوارے کانوں کے ہلتے تھے دم بدم — بُندے جو تھے عیاں تو یہ باعث تھا ہے ستم
نکلے تھے یوں کہ کچھ خبرِ دست و پا نہ تھی
موزہ نہ تھا، نقاب نہ تھی اور ردا نہ تھی

۱۱۶ رخ بدر تھا، پہ فاقہ کشی سے گھٹا ہوا — اور ماہِ نو کی طرح گریباں پھٹا ہوا
بڑھتی تھی رن کو جینے سے دل تھا ہٹا ہوا — اور اک خیال چار طرف کو بٹا ہوا
تازہ لہو لگا تھا کسی کا جبیں پر
ہے ہے حسینؑ کہتی تھی گر کر زمین پر

۱۱۷ پوچھا کسی نے کون ہو تم اے فلک وقار — بولی، عزیز مردہ، بہتّر کی سوگوار
ماتم کی صف سے آئی ہوں اٹھ کر میں دل فگار — دیکھوں یہاں دکھاتا ہے کیا میرا کردگار
ماں وہ ہے جس کو چادرِ تطہیر آئی ہے
تم جس کو قتل کرتے ہو یہ میرا بھائی ہے

۱۱۸ بنتِ علیؑ ہوں، جعفرِ طیار کی بہو — زینبؑ ہے نام، عاشقِ شبیرِ نیک خو
پہلے پسر فدا کیے، اِس وقت آبرو — حاضر ہے سر بھی اُن کے عوض کاٹ لیں عدو
یثرب کی فاطمہؑ کے مسافر کو راہ دو
میرے حسینؑ بھائی کو لوگو پناہ دو

۱۱۹ غش میں سنے حسینؑ نے زینبؑ کے یہ کلام — سینے پہ شمر تھا، پہ تڑپنے لگے امام
قاتل نے اُس حلق میں گلے پر دھری حسام — رو کر کہا حسینؑ نے بیدرد، تیغ تھام
آخر ترے ستم سے نہ خیمے میں کل پڑی
تھم جا، ارے غضب ہوا زینبؑ نکل پڑی

۱۲۰ زینبؑ پکاری، آ مرے ماں جائے بھائی جاں! — رستہ نہیں جو آ گئے بہن آئے بھائی جاں
تم واں تڑپ رہے ہو، میں یاں، ہائے بھائی جاں — کس سے کہوں جو تم کو بچا لائے بھائی جاں
جو جو دکھا رہا ہے فلک دیکھتی ہوں میں
تلوار کی گلے پہ چمک دیکھتی ہوں میں

۱۲۱ واں کاٹتا تھا حلق نبی زادے کا لعیں — حضرت بہن کے دھیان میں تھے مضطر و حزیں
ہر ضرب پر یہ پوچھتے جاتے تھے شاہِ دیں — زینبؑ تو ذبح ہوتے مجھے دیکھتی نہیں
بے سر اتارے تیغ تو اب تھا منا نہیں
پر یہ بتا سکینہ کا تو سامنا نہیں

۱۲۲ لو شیعو، اب نہ پوچھو کہ مقتل میں کیا ہوا — تم بے امام ہو گئے، محشر بپا ہوا
ہفتاد ضربتوں سے قلم ایک گلا ہوا — بھائی بہن پہ پیاس کا صدمہ سوا ہوا
حضرت کو موت سے نہ رضائے سخن ملی
جب سر جدا ہوا تو گلے سے بہن ملی